عمل ہے ۔ایک طرف بچیوں کو وراثت سے محروم کرنا بہت بڑا گناہ ہے، دوسری طرف جو
عزو شرف اللہ تعالیٰ نے عورت کو دیا ہے یہ اس کی نفی ہے۔یہ عورت کی توہین ہے ۔
عورت سے نکاح اس کی دینداری اور اخلاق کی بناء پر کرنے کا حکم ہے ، نہ کہ مال کی بناء
پر ۔ارشادِ نبویؐ ہے :

"تنکح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر
بذات الدین تربت یداك" (صحیح بخاری)

"عورت سے چار باتوں کی بنا پر شادی کی جاتی ہے۔اس کی دولت مندی کی
وجہ سے، اس کے خاندان کی وجہ سے، اس کے حُسن و جمال کی وجہ سے اور
اس کی دینداری کی وجہ سے، پس تُو دیندار کا انتخاب کرکے کامیاب ہو تیرے
ہاتھ خاک آلود ہوں۔"

اسلام نے تو نکاح کے ضمن میں عورت سے ہمدردی اور اس کی دلجوئی کی خاطر اور اس کے
احترام کے پیش نظر صرف اس کی دینداری کو اہمیت دی ہے جس کو اختیار کرنا عورت کے
بس میں ہے اور اس معیار پر پورا اُترنے کے لیے ہر عورت تگ ودو کرسکتی ہے ۔جب کہ
باقی معیار (خوشحالی و تنگدستی ، حُسن و بدصورتی ، اعلیٰ وادنیٰ خاندان کا ہونا) فطری امور ہیں اور
عورت کا ان میں اپنا کوئی دخل نہیں ہے ۔پس اسلام نے جہیز یا خوبصورتی یا اعلیٰ خاندان
کے معیار کے بجائے عورت کے تقویٰ، حُسنِ اخلاق اور دینداری کو پیشِ نظر رکھ کر عورت پر
بڑا احسان کیا ہے جبکہ دنیا کی باقی تمام تہذیبیں اور مذاہب اس پہلو سے بالکل عاری ہیں۔

لہذا جہیز دینا کوئی دینی مسئلہ نہیں ہے، ایک جذباتی مسئلہ ہے ۔مگر دینے والوں کو بہر حال
جہیز کی نمود و نمائش سے گریز کرنا ، جہیز دینے میں مبالغہ کرنا اور اس کے لیے گھریلو سامان
رہن رکھ کر قرضے لینا کسی شکل میں بھی جائز نہیں ۔جو کچھ بآسانی میسر ہو وہ دیں، وگرنہ نہ
دیں۔ اسی میں آرام و سکون اور خیر و برکت ہے۔

قسط (۲)

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا موصوف کے ہاتھ کی صفائی

نور والی حدیث جو آپ نے صفحہ ۵ پر درج فرمائی ہے، وہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے اور مصنف عبدالرزاق سے لی گئی ہے۔ چوں کہ اصل سند ان کے پاس نہیں ہے، اور وہ اس الزام کو چھپانا چاہتے ہیں کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس کی سند نہیں بتائی گئی، اس لیے فاضل بزرگ یہ چال چلے ہیں کہ حدیث کے ذکر سے پہلے عبدالرزاق کے کچھ اساتذہ اور شاگردوں کا نام لے لیا ہے۔ تاکہ عوام اس واہمہ سے بہل جائیں کہ کوئی سند بھی ساتھ ہے۔ ذکر یوں فرمایا ہے:

"امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے استاد اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث، حضرت عبدالرزاق نے۔ الخ!" (نورانی تقریر ص ۴)

مولانا موصوف قابلِ احترام بزرگ ہیں، میں دل سے ان کی قدر کرتا ہوں، اس لیے ان کے ہاتھ کی یہ صفائی مجھے ان کے شایانِ شان معلوم نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اصل سند حافظ الحدیث امام عبدالرزاق سے بعد کے رواۃ کی مطلوب ہے، پہلے کی نہیں۔ اگر وہ ان کے پاس موجود ہو تو دکھائیں۔ خاص کر متنازعہ فیہ صورت میں سند کے بغیر بات کرنا مناسب نہیں ہوتا۔

پوری حدیث کے مضمون سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، بلکہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ جن لوگوں نے بائیبل کا مطالعہ کیا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ اندازِ بیان اور اس نوع کے مسائل سے دلچسپی، انہی لوگوں کا من بھاتا کھاجا ہے۔ خاص کر وہ رواۃ جو اسرائیلیات بیان کرتے رہتے ہیں، ان کی روایات میں اس قسم کا رنگ تندرست روایات میں بھی قدرتی طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ روایت قطعاً صحیح نہیں ہو سکتی ــــ اس قسم کی روایات

کے متعلق ہمیں حکم ہوتا ہے کہ وہ تمہارے لیے نہیں ہیں ـــــ سن لو، اور بس! اللہ اللہ خیر سلا! ـــــ اپنانے کی ضرورت نہیں ہے!

آیتِ نور فاضل بزرگ اور دوسرے تمام بریلوی بزرگوں نے نور کے سلسلہ میں جو آیت پیش کی ہے، وہ یہ ہے:

"قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللهِ نُورٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِينٌ"

(پ۶، سورۃ المآئدۃ، رکوع ۳)

"بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتابِ مبین آئی"

"نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ" میں جو واؤ ہے، اس میں اختلاف ہے کہ یہ عطفِ مغایرت ہے یا عطفِ تفسیری ـــــ پہلی صورت میں نور سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی مراد ہوگی اور دوسری صورت میں اس سے مراد خود قرآنِ کریم ہوگا۔ اور اسی کو بعض مفسرین نے ترجیح دی ہے۔ علاوہ ازیں اگر آیات کے سیاق وسباق اور اس بارے میں نور سے متعلقہ دیگر آیات دیکھی جائیں تو ان سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہاں نور سے مراد قرآنِ مجید ہے۔ مثلاً اسی آیت کے شروع میں "يَآ أَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا" (یعنی "اے اہلِ کتاب، تمہارے پاس ہمارا رسولؐ آیا ہے) کے الفاظ وارد ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی آیت میں اب دوبارہ "قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللهِ نُورٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِينٌ" سے مراد کتاب اللہ ہی ہوسکتی ہے نہ کہ آپؐ کی ذاتِ مبارک، کیوں کہ آپؐ کا ذکرِ مبارک تو شروع آیت میں ہو چکا (قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا) ـــــ علاوہ ازیں اس سے اگلی آیت کے الفاظ یوں ہیں:

"يَهْدِي بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ" (المآئدۃ: ۱۶)

کہ "اللہ تعالیٰ اس سے ہر اس شخص کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضامندی کی اتباع کرے!"

یہاں "ضمیر بہ" مفرد لائی گئی ہے، اگر نور اور کتابِ مبین دو الگ الگ چیزیں ہوتیں، یعنی "نور" سے مراد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتے تو آپؐ اور "کتابِ مبین" دونوں کے لیے مفرد کی بجائے ضمیر تثنیہ لائی جاتی۔ یعنی "بہ" کی بجائے "بِہِمَا" فرمایا جاتا، لیکن ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نور سے مراد یہاں قرآنِ کریم ہی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ بالا ایک آیت ہی میں یہ احتمال ہے کہ "یہاں" نور" سے مراد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی بھی مراد لی جا سکتی ہے، کسی دوسری آیت میں آپؐ کو" نور" نہیں کہا گیا —— لیکن یہاں بھی بقولِ مفسرین اس سے قرآنِ مجید بھی مراد لیا جا سکتا ہے، تو آیت میں دو معنی کا احتمال پیدا ہو گیا، جب کہ اصول یہ ہے :

"اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال"

کہ" جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے"

تفسیر جامع البیان میں یہاں پر نور کی تفسیر میں لکھا ہے کہ :

"نُورٌ ای قرآن او محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام"

یعنی اس سے مراد قرآن ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم !"

امام ابو محمد روز بہان بن ابی النصر البقلی الشیرازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس سے مراد" نورِ معرفت" مراد لیا ہے۔ بعض ائمہ نے یہ معنے کیے ہیں :

"بعنایۃ الازل وصلتم الی نور الکتاب ونور التوحید"

یعنی اس سے نورِ کتاب اور نورِ توحید مراد لیا ہے (تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، سورۃ المائدۃ، تفسیر آیت" قد جاءکم من اللہ نور" ص۱۷۷)

نور کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

بریلوی دوست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کے قائل ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا نور، خدا کے نور سے بنا ہے۔ مگر انھوں نے اس امر کی قطعاً کوئی کوشش نہیں فرمائی کہ نور کے ہمیں معنی ہی بتا دیں کہ نور کیا شے ہے، اور اس کی صحیح تعریف کیا ہے ؟ اور جب تک یہ بات صاف نہیں ہو گی، اس وقت تک بات مکمل نہیں ہو گی۔ کیوں کہ قرآنِ کریم نے اور بھی بہت سی چیزوں کا نام نور رکھا ہے۔ مثلاً :

چاند و سورج

چاند و سورج کے متعلق فرمایا :

"هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا" (سورۃ یونس)

"اللہ وہ ذات ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو نور بنایا"

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کا نور ہونا اس کی فضیلت کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ ورنہ چاند کو کم از کم انسانوں سے افضل ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ چاند نور ہو کر انسان کا خادم ہے اور رات

دن آپ کی خدمت میں مصروف ہے۔ چنانچہ فرمایا :

" وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ " (پ۱۳۔ ابراھیم ع ۵)

" اور اس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ دونوں چکر کھا رہے ہیں "

قرآنِ کریم نور ہے

قرآنِ کریم کو بھی نور فرمایا :

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ ۔ الآیة !

یعنی اس نور کی اتباع کی جو آپ کی طرف نازل ہوا "

ایمان بھی نور ہے

" یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ " (سورۃ البقرۃ)

" ان کو اندھیروں سے نور کی طرف لاتا ہے "

ایمان و عملِ صالح بھی نور ہیں

" یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ " .

(پ۲۷۔ الحدید ع۲)

" آپ اس دن مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف دوڑ رہا ہوگا "

تقویٰ کا انجام نور ہے

" وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ "

(پ۲۷ الحدید ع۴)

" اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے "

علم بھی نور ہے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو علم کو بھی نور کہا ۔۔۔ اور نور بھی نورِ خدا ۔۔۔ سبحان اللہ !

ع " لِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا یُؤْتٰی لِعَاصِیْ "

" علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا "

ربُّ العٰلمین نور ہے

خود ذاتِ کریم بھی نور ہے :

" اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " (پ۱۸۔ نور ع۵)

" اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے "

" وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا "

" اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی "

اسلام بھی نور ہے

"یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِھِمْ۔
(پ۱۰۔ توبہ ع۵)

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (اسلام) کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔"

تورات بھی نور ہے

"اَلَّذِیْ جَآءَ بِہٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّ ھُدًی۔"
(پ۷۔ الانعام ع۱۱)

"وہ جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے آئے، وہ سراپا نور اور ہدایت ہے۔"

سارا جہان نور ہے؟ ہمارے کرم فرما اور نورانی تقریر کے فاضل مؤلف نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے ثبوت میں جو حدیث پیش فرمائی ہے، اس کی رُو سے سارا جہان نور ہو جاتا ہے۔ یعنی حضور کے نور سے قلم، لوح، عرشِ الٰہی، حاملین العرش، کرسی، باقی فرشتے، آسمان، زمین، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ۔ اس حدیث کو آپ نورانی تقریر میں اٹھا کر ملاحظہ فرمالیں ــــ بس ان کے نزدیک اس نور سے اگر کوئی شیٔ مستثنیٰ ہے تو وہ صرف وہ انسان ہے، جس کی پیدائش کو حق تعالیٰ نے اپنی تخلیق کا شاہکار بتایا ہے ــــ واہ، واہ! جس خاک سے بشر کا پتلا بنا تھا، وہ تو نور ہے ــــ مگر وہ بشر، جو اس مٹی سے بنا، وہ خاکی کا خاکی ہی رہا! ــــ یہ بھی خدا کی قدرت کی (نعوذ باللہ) عجیب ستم ظریفی ہے؟

سراجاً اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سراج کہا گیا ہے، تو قرآن نے یہ نام سورج کا بھی بتایا ہے (آیت!)

الغرض اگر ان سب کے نور کا ایک ہی مفہوم ہے، تو پھر اس میں حضور اور رب تعالیٰ کے لیے کوئی وجہ اعزاز اور وجہ امتیاز نہ رہی! ــــ اور اگر اس کا مفہوم کچھ اور ہے، تو وہ بتایا جائے کہ وہ کیا ہے؟

نور کیا ہے؟

نور کا صحیح مفہوم پس یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ نور کسے کہتے ہیں اور جن جن کے متعلق "نور" کا لفظ بولا گیا ہے، وہاں اس سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ اس کے بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کا مسئلہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آئے گا۔

نور کے لغوی معنی کلامِ عرب میں لغوی معنی کے لحاظ سے نور کے معنی وہ روشنی ہے جس کا

ادراک آنکھوں سے ہوسکے:

"النّور فی کلام العرب الضّوء المدارك بالبصر" (بحر)

علماء نے لکھا ہے کہ اس معنٰی کے لحاظ سے، نور کی نسبت رب تعالیٰ سے مجازی ہوگی، حقیقی نہیں ہوگی:

"فاسناده الی اللہ مجاز" (بحر)

محی الدین ابنِ عربی کا ارشاد

"النّور هو الّذی یظهر بذاته وتظهر الاشیاء به وهو مطلقاً اسم من اسماء اللہ تعالیٰ باعتبار شدة ظهوره وظهور الاشیاء به"

(تفسیر ابنِ عربی سورت نور)

یا محض اس کی صفتِ نورانیت کی عظمت کے اظہار کے لیے ہوگی:

"وتسمیة تعالیٰ بذالك لمبالغة فعله" (راغب اصفہانی)

نورِ ربّ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کا ایک نام نور بھی ہے اور خود قرآنِ مجید سے بھی پتہ چلتا ہے کہ "اللہ نور ہے":

"اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (سورہ نور)

"وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا" (سورۂ زمر) وغیرہ۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے نور سے کیا مراد ہے؟ جیسا کہ امامانِ دین نے لکھا ہے کہ اللہ کی طرف نور کی نسبت حقیقی نہیں، مجازی ہے۔ کیوں کہ جو نور آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے وہ تو حادث اور عرض ہے، یعنی مخلوق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک چوں کہ قدیم ہے، اس لیے وہ اس سے بھی پاک ہے۔ چنانچہ امامانِ دین نے تصریح کی کہ اللہ تعالیٰ کو نور بطورِ مجاز اور مبالغہ کے کہا گیا ہے، یعنی "ذو نور"! جیسے "رجل کرم" سے مراد "ذو کرم" مراد ہوتا ہے — یا اس کے معنٰی "مُنَوِّر" کے ہیں، یعنی "روشنی اور نور بخشنے والا"

(ملاحظہ ہو زرقانی شرح مواہب ص ۱۴۹/۳ و ص ۱۷۱/۳)

ابنِ کثیر نے "نُوْرُ السَّمٰوٰتِ" کی ایک قرأت یہ بھی بیان کی ہے:

"اَللّٰهُ مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (تفسیر ابنِ کثیر سورہ نور)

صاحب الوجیز نے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابو جعفرؓ، حضرت عبد العزیز مکی،

حضرت زید بن علی، حضرت ثابت بن ابی حفصہ، حضرت سلمہ بن عبد الملک، حضرت ابو عبد الرحمٰن اسلمی اور حضرت عبد اللہ بن ایاس ابنِ ابی ربیعہ سے "نُوْرٌ" کے بجائے "نَوَّرَ" فعل ماضی کی قرأت نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر البیان)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر جلالین میں "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے معنی یوں لیے ہیں:

"ای منوّرھما بالشّمس والقمر" (تفسیر سورۂ نور ص ۲/۵۶)

"آسمانوں اور زمین کو سورج اور چاند کے ذریعے روشن رکھنے والا"

تفسیر جلالین کے حاشیہ پر اس تاویل کی وجہ بیان کرتے لکھا ہے کہ نور ایک کیفیت ہے، یعنی عرض اور حادث شے ہے، جو آنکھوں سے محسوس کی جا سکتی ہے۔ اس لیے ذاتِ باری تعالیٰ پر اس کا اطلاق درست نہیں ہے:

"انّما اوّله باسم الفاعل لانّ حقيقة النّور كيفية ای عرض يدرك بالبصر فلا يصحّ حملهٗ على الذّات الاقدس"

(کشف المحجوبین علی تفسیر الجلالین م)

تفسیر جامع البیان میں اس کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں:

"منوّرهما او مدبّرهما" (جامع البیان ص ۳۰۹ سورۂ نور)

شیخ اکبر صوفی اور ابنِ عربی لکھتے ہیں:

"ای مظهر سمٰوٰت الارواح و ارض الاجساد" (تفسیر امام محی الدین ابنِ عربی بر حاشیہ تفسیر عرائس البیان ص ۲/۱۱۸)

حبر الامۃ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں، آیت مذکورہ میں "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ" سے مراد:

"اللہ ہی سب کو ہدایت دینے والا ہے۔ وہ مخلوق آسمان سے تعلق رکھتی ہے یا زمین سے"

"يقول هادی اهل السّمٰوٰت والارض" (تفسیر ابنِ کثیر ص ۲۸۹)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرا نور ہدایت ہے:

"انّ الله تعالىٰ يقول نوری هدٰی و اختار هٰذا القول ابن زبير"

(تفسیر ابنِ کثیر ص ۳/۲۸۹)

حضرت ابن جریج رحؒ، حضرت مجاہدؒ اور ایک قول حضرت ابنِ عباسؓ کا یہ ہے کہ اس سے مراد

ان کی تدبیر امر ہے : یدبّر الامر فیھما نجومھما وشمسھما۔ (ابنِ کثیر ص ۲۸۹)

امام محی السنۃ ابو محمد الحسین الفراء البغوی فرماتے ہیں :

"قال ابن عبّاس ھادی اھل السّمٰوٰت والارض فھم بنورہٖ الی الحقّ یھتدون وھداہ من حیرۃ الضّلالۃ ینجون، وقال الضّحاک منوّر السمٰوٰت والارض ویقال نوّر السّماء بالملٰئکۃ ونوّر الارض بالانبیاء، وقال مجاھد مدبّر الامور فی السّمٰوٰت والارض، وقال ابیّ ابن کعب والحسن وابو العالیۃ مزیّن السّمٰوٰت والارض زیّن السّماء بالشّمس والقمر والنّجوم وزیّن الارض بالانبیاء والعلماء والمؤمنین یقال بالنّبات والاشجار۔"

(تفسیر معالم التنزیل ص ۶۲۷ سورۂ نور، آیت "اللّٰہ نور السّمٰوٰت")

یعنی "حضرت ابنِ عباسؓ "اللّٰہ نور السّمٰوٰت" کے معنے کرتے ہیں: اہلِ آسمان اور اہلِ زمین کو ہدایت بخشنے والا۔ وہ اس کے نور کے صدقے میں حق کی راہ پاتے ہیں اور گمراہی کے چکر سے نکلتے ہیں۔ ضحاکؒ نے کہا کہ آسمانوں اور زمین کو روشن کرنے والا۔ کہتے ہیں، آسمان کو فرشتوں سے اور زمین کو انبیاءؑ سے روشن کیا۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں، آسمانوں اور زمین کے امور کا مدبّر۔ ابی بن کعبؓ، حسنؒ اور ابو العالیہؒ فرماتے ہیں، آسمانوں اور زمین کو زینت دینے والا — آسمان کو سورج، چاند اور ستاروں سے، اور زمین کو انبیاءؑ، علماء اور مومنوں سے زینت بخشی۔ بعض نے کہا، نباتات اور اشجار سے رونق بخشی۔"

تفسیر محاسن التّاویل میں امام محمد جمال الدین القاسمی لکھتے ہیں: "اللّٰہ نور السّمٰوٰت والارض ای منوّرھما بالکواکب وما یفیض عنھما من الانوار۔ فھو مجاز من اطلاق الاثر علٰی مؤثرہٖ۔ کما یطلق السبّب علٰی مسبّبہٖ او مدبّرھما من قولھم للرّئیس الفائق نور القوم فیکون مجازًا او استعارۃ السّتعیر "النور" بمعنی النور للمدبر ھلاقۃ المشابھۃ فی حصول الاھتداء۔ او موجدھما فانّ النّور ظاھر بذاتہٖ مظھر لغیرہٖ کما قال الغزالی فیکون اطلق علیہ تعالٰی مجازا